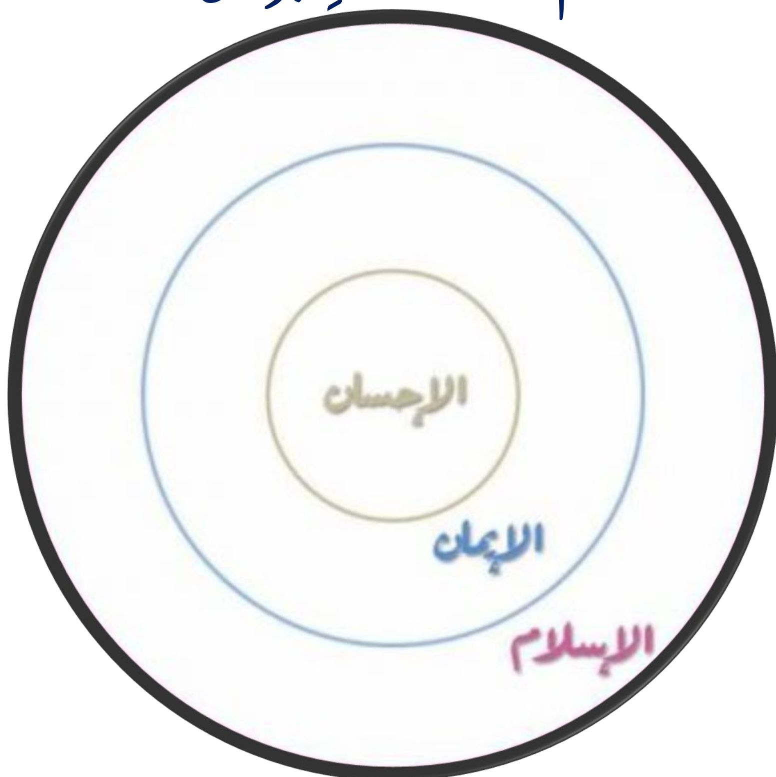
اُمّ السنۃ (حدیثِ جبرئیل)



شیخ طریقت متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

خانقاہ حنفیہ، مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

عنوانات ایک نظر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ایک سورۃ (سورۃ فاتحہ) میں پورے قرآن کریم کا خلاصہ ذکر فرمایا اسے ام القرآن کہتے ہیں۔ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث مبارک (حدیثِ جبرئیل) میں تمام احادیث کا خلاصہ ذکر فرمایاہے۔ اس حدیث کو ام السنہ کہتے ہیں۔ اس کی دوسری قسط پیش خدمت ہے۔

ایمان کیا ہے؟:

اس آنے والے نے فوراً دوسرا سوال کر دیا:

فَأَخۡبِرۡنِي عَنِ الۡإِيمَانِ.

اللہ کے نبی! بتائیں کہ ایمان کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنۡ تُؤۡمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَ كُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالۡيَوۡمِ الآخِرِ وَ تُؤۡمِنَ بِالۡقَدۡرِ خَيۡرِهِ وَشَرِّهِ.

اللہ کو ماننا، اللہ کے فرشتوں کو ماننا، خدا کی آسمانی کتابوں کو ماننا، اللہ کے رسولوں کو ماننا، آخرت کے دن کو ماننا اور اچھی یا بری تقدیر کو ماننا۔

ایک لطیف نکتہ:

آنے والے شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایمان کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ چیزیں بیان فرمائیں۔

(۱) اللہ کو ماننا، (۲) فرشتوں کو ماننا، (۳) رسولوں کو ماننا، (۴) کتابوں کو ماننا، (۵) قیامت کو ماننا، (٦) تقدیر کو ماننا۔

پہلی پانچ چیزوں پر ایک بار "تُؤۡمِنَ" فرمایا، یعنی "أَنۡ تُؤۡمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَآئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالۡيَوۡمِ الۡآخِرِ" تو ان چیزوں کے لیے ایک بار "تُؤۡمِنَ" فرمایا اور جب تقدیر کی باری آئی تو "تُؤۡمِنَ" دوبارہ فرمایا، آخر اس کی ضرورت کیوں پیش آئی ہے؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھ چیزوں کو اکٹھے ذکر فرمادیتے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لانا آسان چیز ہے سمجھنا بھی آسان ہے، فرشتوں پر ایمان لانا یا سمجھنا بھی آسان ہے، انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا یا سمجھنا آسان ہے، آسمانی کتابوں پر ایمان لانا یا سمجھنا آسان ہے، قیامت کے دن پر ایمان لانا اور سمجھنا آسان چیز ہے، تقدیر ایسا مسئلہ ہے کہ جو آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا اس لیے اس پر "تُؤۡمِنَ" دوبارہ فرمایا کہ سمجھ میں آئے تب بھی ماننا ہے اور سمجھ میں نہ آئے تب بھی ماننا ہے۔ ایمان کہتے ہی اسے ہیں کہ سمجھ میں آئے تب بھی مانیں اور اگر سمجھ میں نہ آئے تب بھی مانیں، اس لیے "تُؤۡمِنَ" دوبارہ فرمایا کہ سمجھ میں نہ آئے تب بھی ماننا ضروری ہے۔

مسئلہ تقدیر کی عام فہم تشریح:

اگر کوئی کہے کہ "اللہ نے جنت اور جہنم انسان کے مقدر میں لکھ دی ہے، جب لکھ دی ہے تو نماز کی ضرورت کیا ہے؟ جنت مقدر میں لکھ دی ہے، اب بندہ نماز پڑھے گا تب بھی جنت میں اور نماز نہ پڑھے گا تب بھی جنت میں۔ ایک آدمی کے مقدر میں اللہ نے جہنم لکھ دی ہے، تو اب بندہ نماز پڑھے تب بھی جہنم میں اور نماز نہ پڑھے تب بھی جہنم میں۔ تو اب نماز پڑھنے کی ضرورت کیا ہے؟"

اسی طرح اگر کوئی یوں کہے کہ ”تقدیر میں لکھا تھا کہ فلاں بندے نے فلاں کے ہاتھوں قتل ہونا ہے، اب قاتل تو مجبور تھا کہ اس کے ہاتھوں مقتول نے قتل ہونا تھا، اب قاتل کو سزائے موت دینے کا مطلب کیا ہے؟“

مسئلہ تقدیر؛ توضیح بالمثال:

اس پر ایک واقعہ عرض کرتا ہوں ایک شخص روزانہ کسی اور کے انگوروں کے باغ میں جاتا اور وہاں سے انگور کر کے لے جاتا۔ ایک دن مالک نے چوکیدار سے کہا کہ اس چور کو پکڑو۔ چوکیدار نے محنت کی اور چور کو پکڑ لیا۔ جب چور کو پکڑا تو چور کہنے لگا: دیکھو میں مسلمان ہوں، تم بھی مسلمان ہو میرے مقدر میں خدا نے یہ لکھا ہے کہ میں چوری کر کے انگور کھاؤں تو میں چوری کر کے کھا رہا ہوں، یہ میری مجبوری ہے میں خدا کے لکھے کے خلاف تو نہیں کر سکتا۔ چوکیدار سیدھا سادہ آدمی تھا اس نے اسے چھوڑ دیا۔

مالک نے پوچھا: بھائی! کتنے دن ہو گئے ہیں چور نہیں پکڑا؟ چوکیدار نے کہا: جی رات میں نے پکڑ لیا تھا لیکن پھر چھوڑ دیا۔ مالک نے کہا: چھوڑ کیوں دیا؟ اس نے کہا جی چور نے دلیل اتنی اچھی دی ہے کہ اس کو پکڑنے کا جواز بنتا ہی نہیں تھا۔ اور چور کی ساری بات مالک کو بتا دی۔ مالک نے کہا اب چور آئے تو اسے پکڑ لینا۔ مالک سمجھدار تھا، صبح ایک عالم کے پاس گیا۔ اس نے کہا: مولانا ہمارے ہاں چور آیا تھا اور پڑھا لکھا چور تھا، اس نے دلیل ایسی دی کہ ہمارے چوکیدار نے اس کو چھوڑ دیا۔ مولانا صاحب نے پوچھا کہ اس چور نے کیا بات کی؟ مالک نے کہا جی اس نے یہ بات کی تھی۔ مولانا صاحب نے کہا کہ چور کو پکڑو اور جب پکڑ لو تو مجھے بتانا۔ اب چوکیدار رات کو بیدار رہا۔ چور آیا تو اس نے پکڑ لیا۔ جب چور کو پکڑا تو

اس نے کہا جی میرا قصور نہیں ہے میں نے تو خدا کے لکھے ہوئے پر عمل کیا ہے، میں مجبور ہوں۔

اس کو عالم دین کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ چور ہے اور اپنی چوری پر دلیل یہ دیتا ہے کہ میرا قصور نہیں ہے میں نے تو خدا کے لکھے ہوئے پر عمل کیا ہے، میں مجبور ہوں۔

عالم نے کہا: اس نے جس بیل سے انگور توڑے ہیں اسی بیل کے ساتھ اسے باندھو۔ باندھ دیا گیا۔ اب مولانا صاحب نے چوکیدار سے کہا: اس چور کو ڈنڈے سے مارو۔ جب اس نے دو چار ڈنڈے لگائے تو چور چیخ اٹھا کہ مجھے چھوڑ دو۔ عالم نے کہا: نہیں بھائی! تمہارے مقدر میں انگور کھانا بھی لکھا تھا اور تمہارے مقدر میں ڈنڈے کھانا بھی لکھا تھا۔ جب تک تمہارے مقدر میں مار کھانا لکھا ہے تمہیں مار کھانی پڑے گی۔ عالم نے چوکیدار سے کہا کہ اس کو مارتے رہو، جب اللہ کہیں گے چھوڑ دو پھر چھوڑ دینا۔ اس نے کہا: جی مجھے مسئلہ سمجھ میں آ گیا، آئندہ میں یہاں کبھی نہیں آؤں گا۔

تقدیر؛ علمِ الٰہی کا نام ہے:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اتنا آسان لفظوں میں تقدیر کا مسئلہ سمجھایا ہے کہ شاید اس سے آسان لفظوں میں بات کرنا ممکن نہ ہو۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”تقدیر: علمِ الٰہی کا نام ہے نہ کہ امرِ الٰہی کا۔“ لفظ یاد رکھ لیں ”تقدیر علمِ الٰہی کا نام ہے نہ کہ امرِ الٰہی کا۔“ ہم سمجھتے ہیں کہ تقدیر امرِ الٰہی کا نام ہے حالانکہ یہ امرِ الٰہی کا نام نہیں بلکہ علمِ الٰہی کا نام ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے علم میں تھا کہ میں اس بندے کو اختیار دوں گا، یہ بندہ فلاں کام کرے گا، اس لیے خدا نے لکھ دیا کہ اس بندے نے فلاں کام کرنا ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا نے اس کو گناہ کرنے کا پابند کیا ہے، خدا کے علم میں تھا اس نے ایسے کرنا ہے اس لیے خدا نے لکھ دیا، یہ بندہ اس لیے نہیں کرتا کہ خدا نے لکھا ہے بلکہ خدا نے اس لیے لکھا ہے کہ اللہ کے علم میں تھا کہ اس نے ایسے کرنا ہے۔ علمِ الٰہی الگ ہے اور امرِ الٰہی الگ ہے۔ اس سے آسان تعبیر نہیں ہے اس لیے اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو بھی مان لیں۔

اچھی اور بری تقدیر کا مطلب:

”تقدیر اچھی ہو تب بھی اللہ کی طرف سے ہے اور بری ہو تب بھی اللہ کی طرف سے ہے۔“ سوال یہ ہے کہ تقدیر بری کیسے ہو سکتی ہے؟

اس کو ایک مثال سے سمجھیں کہ ایک آدمی نے کسی کو بے گناہ قتل کر دیا، اس کے خلاف دفعہ 302 کی F I R درج ہوئی، پولیس نے گرفتار کر لیا، عدالت میں پیش کیا، کیس چلتا رہا، عدالت نے اس قاتل کو سزائے موت دے دی۔ یقیناً عدالت کا فیصلہ ٹھیک ہے اور قانون و انصاف کے عین مطابق ہے لیکن اس کے باوجود کوئی شخص قاتل کے باپ کو جا کر اس معاملے کی مبارکباد پیش نہیں کرتا کہ مبارک ہو عدالت نے بالکل صحیح فیصلہ دیا ہے۔

بلکہ لوگ قاتل کے خاندان کے پاس افسوس کے لیے جاتے ہیں حالانکہ عدالت کا فیصلہ بھی ٹھیک ہے کہ قاتل کو سزائے موت ہونی چاہیے لیکن اس فیصلے پر مبارکباد دینے کے بجائے افسوس کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اللہ کا فیصلہ ہمیشہ ٹھیک ہوتا ہے کبھی انسانوں کی مرضی

کے مطابق ہوتا ہے اور کبھی انسانوں کی مرضی کے مطابق نہیں ہوتا۔ فیصلہ خدا کا ہے اگر انسان کی مرضی کے موافق ہو تو اسے "تقدیرِ خیر" کہتے ہیں، انسان کے مزاج کے مخالف ہو تو اسے "تقدیرِ شر" کہتے ہیں، فیصلہ تو ٹھیک ہے کبھی ہماری خواہش کے موافق ہوتا ہے کبھی ہماری خواہش کے مخالف ہوتا ہے، اسے کہتے ہیں تقدیرِ خیر اور تقدیرِ شر۔

احسان کیا چیز ہے؟

اس آنے والے نے پوچھا:

فَأَخْبِرْنِي عَنِ الإِحْسَانِ.

اللہ کے نبی! بتائیں احسان کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ.

اللہ کی عبادت یوں کرو گویا آپ اللہ کو دیکھ رہے ہیں، اگر یہ مقام حاصل نہ کر سکو تو پھر عبادت یوں کرو کہ خدا آپ کو دیکھ رہا ہے۔

عبادت کی دو قسمیں:

عبادت کی دو قسمیں ہیں:

☼ پہلی قسم...... بندہ خدا کو دیکھے، خدا بندے کو دیکھے

☼ دوسری قسم...... بندہ خدا کو نہ دیکھے، صرف خدا بندے کو دیکھے

بندہ خدا کو دیکھے خدا بندے کو دیکھے اس کا نام ہے "عالم مشاہدہ والی عبادت" اور بندہ خدا کو نہ دیکھے خدا بندے کو دیکھے اس کا نام "عالم غیبوبت والی عبادت" ایک دوسرے کو دیکھیں یہ "مشاہدہ" ہے ایک دیکھے دوسرا نہ دیکھے یہ

”غیبوبت“ ہے۔

نبی اور امتی کی عبادت میں فرق:

جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور رحمہ اللہ نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں: ایک عبادت نبی کی ہے ایک عبادت امتی کی ہے، نبی کی عبادت یہ ہے کہ خدا نبی کو دیکھتا ہے نبی خدا کو دیکھتا ہے، امتی کی عبادت یہ ہے کہ خدا امتی کو دیکھتا ہے لیکن امتی خدا کو نہیں دیکھتا، ایک دوسرے کو دیکھیں یہ عبادت نبی کی ہے، خدا دیکھے بندہ نہ دیکھے یہ عبادت امتی کی ہے۔

خانقاہ؛ عملی تربیت گاہ:

آپ نے خانقاہوں یا مدارس میں یہ جملہ لکھا ہوا دیکھا ہو گا: ”اے بندے! یہ احساس پیدا کر کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے“ خانقاہوں میں حدیث مبارک کے دوسرے جملے کا مفہوم لکھا ہوتا ہے۔ پہلے جملے کا مفہوم درج نہیں ہوتا کیونکہ خانقاہوں اور مدارس میں تربیت امتی کی ہونی ہوتی ہے اور پہلے جملے کا حقیقی تعلق بطور خاص نبی کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے عام طور پر اسے درج نہیں کیا جاتا۔

مقتول فی اللہ اور مقتول فی سبیل اللہ:

ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور مبارکہ میں زندہ ہیں۔ احسان کا پہلا درجہ کہ بندہ خدا کو دیکھے اور خدا بندے کو دیکھے، احسان کا دوسرا درجہ کہ خدا بندے کو دیکھے بندہ خدا کو نہ دیکھے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بندہ خدا کو دیکھے خدا بندے کو دیکھے یہ عبادت

نبی کی ہے اور بندہ خدا کو نہ دیکھے خدا بندے کو دیکھے یہ عبادت امتی کی ہے۔

نبی پہ موت آتی ہے، نبی شہید ہوتے ہیں لیکن نبی نے خدا کو دیکھا ہوتا ہے، امتی شہید ہوتا ہے وہ خدا کو نہیں دیکھتا بلکہ خدا کے راستے کو دیکھتا ہے۔ جو خدا کو دیکھے اور قتل ہو جائے اسے "مقتول فی اللہ" کہتے ہیں اور جو خدا کے راستے کو دیکھے اور قتل ہو جائے اسے "مقتول فی سبیل اللہ" کہتے ہیں۔

"أَنۡ تَعۡبُدَ اللہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ" عبادت یوں کر کہ خدا بندے کو دیکھے اور بندہ خدا کو دیکھے، اب یہ قتل ہوا تو "مقتول فی اللہ" ہے۔ "فَإِنۡ لَمۡ تَکُنۡ تَرَاہُ فَإِنَّہٗ یَرَاکَ" عبادت یوں کرو کہ خدا آپ کو دیکھے، اب قتل ہوا تو "مقتول فی سبیل اللہ" ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی خدا کو دیکھے خدا نبی کو دیکھے، اس نبی پر موت آئے یہ "مقتول فی اللہ" ہے، شہید خدا کو نہ دیکھے خدا شہید کو دیکھے پھر قتل ہو جائے تو یہ "مقتول فی سبیل اللہ" ہے، تو جس نے راہِ خدا کو دیکھا اور قتل ہو گیا وہ زندہ ہے تو جس نے خود خدا کو دیکھا اور قتل ہو گیا وہ عام شہید سے بڑھ کے زندہ ہے۔ اس لیے لفظ یاد رکھ لو کہ شہید مقتول فی سبیل اللہ ہے اور نبی مقتول فی اللہ ہے۔ (......جاری ہے)

اللہ تعالیٰ ہمیں احادیث مبارکہ پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

محمد الیاس گھمن

پیر، 7 جون، 2021ء